© rasailojaraid.com

تذکرہ اشاراتِ بینش

(۲)

ڈاکٹر شریف حسین قاسمی، دہلی یونیورسٹی

اشاراتِ بینش، انیسویں صدی عیسوی کے نصفِ اول کے اکثر فارسی شعرا کا تذکرہ ہے۔

اس تذکرہ میں سید مرتضیٰ متخلص بہ بینش نے ان بیشتر شعرا کا تذکرہ کیا ہے جو دربار کرناٹک سے وابستہ تھے۔ یہ تذکرہ ایک بار ۱۲۶۸ھ میں مدراس سے چھپ چکا ہے۔ اس طباعت کے بارے میں نواب غوث خان اعظم نے اپنے تذکرہ "گلزارِ اعظم" میں ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ مطبوعہ تذکرہ دستیاب نہ ہو سکا۔ اس لیے اس کی پہلی اشاعت کے بارے میں کچھ کہنا محال ہے بہرحال اس تذکرہ کے صرف ایک قلمی نسخہ کا علم ہے جو ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی ملکیت ہے[1]۔ یہ مخطوطہ بہت اچھی حالت میں ہے۔ کاغذ دبیز اور ہلکا نیلا ہے۔ اس کا سائز ۸×۵½ ہے اور اس میں ۵۵ ورق ہیں۔ ہر صفحہ پر ۱۱ سطریں ہیں۔ شروع میں ۲۶ ورق خوش خط نستعلیق میں لکھے گئے ہیں اور باقی خط شکستہ میں۔ بیشتر صفحات پر نظم و نثر میں ردوبدل کی گئی ہے۔ حاشیہ میں اضافے کیے گئے ہیں۔ کچھ شعرا کا حال بھی حاشیہ پر ہی لکھا گیا ہے۔ حاشیے کی عبارتوں کا خط اور اصل متن کا خط شکستہ ایک ہی ہے۔ کہیں کہیں شعروں پر نمبر ڈال دیئے گئے ہیں جو ترتیب میں نہیں ہیں۔ بہت سے شعر قلم زد کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً مؤلف نے اپنے ۱۴۴ شعر نقل کیے تھے لیکن بیشتر قلم زد کر دیئے اور صرف ۶۰ شعر انتخاب کیے ہیں۔ ان حالات کے تحت یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ نسخہ ہٰذا مؤلف کا اصلی مسودہ ہے۔ اس بیان کی مزید تائید میں کوئی تحریری

۱۔ شمارہ: ۶۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثبوت ہمارے پاس موجود نہیں۔ خاتمہ پر تاریخ کتابت اور نام کاتب بھی درج نہیں۔ اس کے باوجود تذکرہ کا یہ مخطوطہ مصنف کا خود نوشت ہے اس کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ ہمارا مؤلف ایک کاتب بھی تھا اور اس نے حافظ محمد انوار الحق فاروقی گوپاموی کا دیوان خود لکھ کر صاحب دیوان کو پیش کیا تھا۔[1]

متذکرہ حالات اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جب مؤلف نے تقریباً آدھا تذکرہ نستعلیق میں لکھ لیا اور نظر ثانی کے بعد اسے ردو بدل کی گنجائش کا احساس ہوا تو اس نے بقیہ تذکرہ جلدی سے مکمل کرنے کی خاطر شکستہ میں لکھ لیا اور حاشیہ پر بھی شکستہ خط ہی استعمال کیا۔ چوں کہ ممکن ہے، مصنف نے سوچا ہو کہ بہر صورت تذکرہ کی کتابت دوبارہ ہونا لازمی ہے اس لیے فی الحال خط کی اچھائی یا برائی کو نظر انداز کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

دوسری بات اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا ہے کہ کہیں اگر یہ نسخہ کسی کاتب نے تحریر کیا ہوتا تو وہ املا میں غلطیاں کرنے اور الفاظ کو کچھ کا کچھ لکھ کر دخل در معقولات کی روایت ضرور نبھاتا لیکن موجودہ نسخہ میں ڈھونڈنے سے بھی ایسی غلطی نظر نہیں آتی۔

اشاراتِ بینش ۱۲۶۵ھ[2] ۔ ۱۸۴۹ء میں مکمل ہوا۔ لیکن مولف نے اسے کب لکھنا شروع کیا، معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ اس کے بعض مندرجات کی مدد سے ایک حد تک اس تاریخ کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ حالاں کہ مؤلف نے اپنے مراجع کا ذکر نہیں کیا لیکن سرخوش کے کلمات الشعراء رائق کے گلدستہ کرناٹک تک، واصف کے معدن الجواہر، نواب محمد غوث خاں اعظم کے صبح وطن اور قدرت کے نتائج الافکار کا ذکر کیا ہے گلدستہ کرناٹک ۱۲۴۰ھ[3] ۱۸۲۴ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا صبح وطن ۱۲۵۸ھ[4] ۱۸۴۲ء میں مکمل ہوا۔ نتائج الافکار کے تکمیل کی تاریخ ۱۲۵۸ھ[5] ۱۸۴۲ء ہے اس وجہ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ بینش نے اپنا تذکرہ ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء میں لکھنا شروع کیا۔

---

[1] اشارات بینش: ترجمہ انوار۔ [2] اشاراتِ بینش تاریخی نام ہے

[3] مادہ تاریخ: گلدستۂ زیبائی کرناٹک [4] صبح وطن۔ [5] نتائج الافکار میں تاریخی قطعات موجود ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور متذکرہ بالا تذکرے اس کے پیش نظر رہے۔

عربی جملوں، ترکیبوں اور الفاظ کی بھرمار کے باوجود "اشاراتِ بینش" کی زبان عام طور پر سادہ اور آسان ہے یہ تذکرہ، نثر میں حمد و نعت سے شروع ہوتا ہے۔ مصنف نے اپنی زندگی کے ابتدائی دور کی سیاسی اور اقتصادی زبوں حالی کا ذکر کیا ہے۔ نواب محمد غوث خان بہادر کی تخت نشینی کی روئیداد بیان کی ہے، نواب اعظم نے ایک "مجلسِ مشاعرہ" ترتیب دی تھی۔ اس کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ مؤلف کی خواہش تھی کہ وہ مجلسِ مشاعرہ میں شامل شعراء کی آپسی نوک جھونک قارئین کی دلچسپی کے لیے قلمبند کرے۔ لیکن مصلحتاً ایسا نہیں کیا گیا۔ اس سلسلے میں بینش نے اپنا عذر ان الفاظ میں بیان کیا ہے جو مؤلف کی دانش مندی اور محتاط رویہ کا ثبوت ہے۔

میخواستم کہ سوال و جوابیکہ میان اہل مشاعرہ رو دادہ، با دخل و حرجی کہ در کلام یک دیگر واقع شدہ بہ جہت تفنن خاطر بینندگان بزبان قلم دہم اما نظر بقول مرزا ابو طالب کلیم:

خسیس از ہنر پیشگان عیب بیند — مگس بیشتر بر جراحت نشیند

بخیہ از روی عیب کسی برگرفتن، و زخم لب بہم آوردہ را بناخن بے رحمی تازہ کردن، عکس آئین مروت و خلاف طریق فتوت پنداشتہ، ازان داعیہ دست باز داشتہ[1]

بینش نے اس تذکرہ کی وجہ تالیف ان الفاظ میں بیان کی:

روزی بخاطرم گذشت کہ شعرائی کہ قبل ازیں بودند برائے آنہا تذکرہ ہای متعددہ تالیف و در دست زمانہ یادگار است۔ اما صاحب سخنانیکہ ادراک سعادت عصر پر نصر نواب بندگان عالی نمودہ اند، تذکرہ مختص احوال اینان تاحال کسی ننوشتہ۔ اگرسرانجام این مہم سعی بر بیان جان بندم

[1] اشارات بینش، مقدمہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تذکرہ نگاری این تلامیذ الرحمٰن پردازم، رایگان نخواہد بود۔[1]

مولف کے بقول، یہ تذکرہ اس کے ہمعصر فارسی شعراء کے حالات پر مشتمل ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ چند کو چھوڑ کر اس میں شامل تمام شعراء وہ ہیں جو نواب محمد غوث خاں اعظم کی مجلس مشاعرہ میں شرکت کرتے تھے۔ صرف چند ایسے ہیں جو مدراس آئے ہی نہیں یا جن سے مؤلف مل نہ سکا۔ اس لیے مولف کا یہ بیان مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے:

تمامی غزلیات مشاعرہ واشعارِ دیگر سخنوران این عہد از ہر شہر و دیار، بکمال تلاش بہم رسانیدہ، بعد انتخاب بقدر استعداد خویش، آن را ترتیب دادم۔[2]

'اشارات بینش' میں شاعروں کا حال ان کے تخلص کے لحاظ سے، حروف تہجی کے مطابق بیان کیا گیا ہے۔ نواب محمد غوث خاں اعظم کا ذکر سب سے پہلے ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، چوں کہ نواب موصوف نہ صرف مؤلف تذکرہ کے مربی اور محسن تھے، بلکہ اس تذکرہ میں شامل بیشتر شعراء ان ہی کے خوانِ نعمت کے ریزہ خوار تھے۔ اسے مؤلف کی احسان مندی کا جذبہ کہیئے کہ نواب موصوف کا ذکر سب سے طویل ہے۔ اسی طرح مؤلف کے بڑے بھائی ثاقب اور خود مؤلف کے حالات زندگی بھی کچھ مفصل ہیں، ورنہ باقی شعراء کا حال دوسرے ہم عصر تذکروں کے مقابلہ میں مختصر بلکہ نامکمل ہے۔ یعنی مؤلف نے اس تذکرہ کی ترتیب میں کوئی قابلِ قدر کاوش اور جستجو نہیں کی بلکہ جو کچھ آسانی سے دستیاب ہوگیا اسے قلمبند کر دیا۔

مؤلف کا طرز تذکرہ نگاری محققانہ ہے۔ لیکن بعض تذکرہ نگاروں کی طرح بینش نے بھی دوسروں کے کلام پر مختصر مگر جامع تبصرہ کیا ہے۔ نواب اعظم کی شعر گوئی کے بارے میں مؤلف نے اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

اکنوں پایۂ سخنش بہ تتبع شیخ ناصر علی سہرندی (سرہندی) رحمتہ اللہ، بجائی رسیدہ کہ موشگافانِ دقایق معانی و رموز دانانِ لطائف سخندانی، را محو بغرق تحقیق و

---

[1] اشاراتِ بینش: مقدمہ [2] ایضاً: مقدمہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تقلید نمی توانند کشود[1]

انوار الحق کی شاعری پر مؤلف کا تبصرہ یہ ہے۔

شعر سادہ و صاف و رواں می گوید[2]

بینش نے دوسروں کے کلام کی صرف تعریف ہی نہیں کی بلکہ اس پر ایک ناقدانہ نظر بھی ڈالی ہے۔ اپنے ایک شاگرد کے ذوقِ شاعری کی تعریف کی ہے مگر انھیں ڈر تھا کہ ممکن ہے لوگ اس تعریف کو خودستائی اور محض شاگرد کی حوصلہ افزائی پر محمول کریں، اس لیے وضاحت سے لکھا ہے:

حقیر از روی انصاف می گویم، نہ بپاس شاگردی کہ فی زماننا عدیلش نمی بینم[3]

بے ہوش کے ترجمے میں لکھتے ہیں کہ وہ چوں کہ فارسی محاورات سے واقف نہیں اس لیے ان کے اشعار اہلِ سخن کی نظر میں کسی قابل نہیں، اسی طرح رسا، جو بینش اور ان کے بڑے بھائی ثاقب کے شاگرد تھے، ایک اچھے شاعر تھے۔ ظہوری کا تتبع کرتے اور بڑی دقتِ نظری اور تلاش و جستجو کے بعد شعر کہتے، لیکن ان کی مشکل پسندی مؤلف کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ ان کے ضمن میں بینش نے ایک استادانہ مشاہدہ، بیان کیا ہے کہ نازک و لطیف معانی کو شعر کا سادہ لباس عطا کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ اس عمل کے لیے بڑی مہارت اور پختگی کی ضرورت ہے۔ رسا میں یہ خوبی موجود نہیں تھی اس لیے بینش نے لکھا ہے:

ہمچو استاد خود (ثاقب) بہ تتبع ظہوری حرف می زند و نزاکت ہا می برد، و تلاش ہای باریک می کند۔ اما گاہ گاہ بندش الفاظ او، معنی را با غلاق می اندازد، یعنی معنی نازک را بصفائی بستن، موقوف بر مشاقی بسیار است۔

اسی طرح بینش نے اپنے ایک شاگرد، علیم اللہ خاں علیم کے اشعار نقل کرنے کے بعد اسی ردیف و قافیہ اور وزن میں اپنا ایک مطلع بھی نقل کیا ہے۔ لیکن انتہائی صراحت و دیانت سے اعتراف کیا ہے کہ:

---

[1] استفادات بینش: ترجمہ اعظم [2] ایضاً۔ ترجمہ انوار الحق [3] ایضاً ترجمہ ذکا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر انصاف پرسند اصطلاع علیم نمی رسد۔

اشاراتِ بینش میں جن شعراء کا ذکر ہے ان میں سے اکثر کو مؤلف شخصی طور پر جانتے تھے۔ اس لیے بینش نے ان کے اخلاق و عادات اور شخصی مشاغل کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ نہ صرف اہم ہے بلکہ قابلِ بھروسہ بھی ہے۔ شرف الدین حیدرآبادی متخلص بہ سعید کے بارے میں مؤلف کا نظریہ ہے:

مرد لفاظی بود و در علم بیان و معانی و قواعد شعریہ چیزی میدانست۔

قادر علی متخلص بہ قادر کے متعلق مؤلف نے اپنی رائے کا ان الفاظ میں اظہار کیا ہے:

مرد خلیق و آشنا پرست و رنگین صحبت است۔

انیسویں صدی عیسوی وہ دور ہے جب فارسی کا چلن کم ہو چلا تھا اور شمالی ہندوستان میں اردو کا دور دورہ تھا۔ بیشتر شاعر وقتی ضرورت کے تحت اردو میں شعر کہنے لگے تھے اور ادبی محفلوں میں اردو کی حکومت تھی۔ ایسے دور میں جنوبی ہند میں نواب اعظم کی سرپرستی میں فارسی شاعری کی قدر دانی قابلِ ستائش ہے۔ اس وقت یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ جنوبی ہندوستان میں اردو کا رواج شمالی ہند کی طرح تو نہ تھا، لیکن وہاں کے شعراء بھی اس لسانی انقلاب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اشاراتِ بینش سے بہت سے ایسے شعراء کے حالات معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے اردو میں بھی طبع آزمائی کی اور نہ صرف دیوان مرتب کئے بلکہ مثنویاں اور دیگر نثری آثار بھی ان کی یادگار ہیں۔ ایسے شعراء میں جو اردو و فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے اور اشاراتِ بینش میں ان کا حال موجود ہے، حشمت، ذکا، فاروق اور نامی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ بینش نے موخر الذکر کی دو اردو مثنویوں، قصہ لیلیٰ و مجنوں اور شیرین خسرو کے نام درج کئے ہیں۔ اس کے علاوہ ذکا کے اردو دیوان کا ذکر کیا ہے۔

بینش کے تذکرہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں، ہندوستانی فارسی شاعر ایران کے سفر پر جاتے تھے۔ وہاں کے شعراء سے ان کے بحث و مباحثے ہوتے اور ایرانی بادشاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہندوستانی فارسی شاعروں کے علمی تبحر اور استادی سے خوش ہو کر انھیں خطاب و القاب سے سرفراز کرتے تھے۔

بینش نے حسین محی الدین مست کا ذکر کیا ہے۔ یہ ارکاٹ کے رہنے والے اور انگریزی حکومت میں صوبہ داری کے منصب پر فائز تھے۔ مست اپنے انگریز افسر کے ہمراہ سیاحی کی غرض سے ایران گئے اور وہاں پہونچ کر فتح علی شاہ قاچار (۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء ۱۲۵۰ھ - ۱۸۳۴ء) کے دربار سے انھیں خان کا لقب عطا ہوا۔ اسی طرح ایک دوسرے شاعر مولوی تراب علی متخلص بہ نامی، کپتان لاکٹ کے ساتھ ایران گئے اور وہاں ایرانی علمار و فضلار و شعرا سے ان کے ادبی معرکے رہے۔

اشارات بینش میں دو ایرانی شعرار کا ذکر بھی ملتا ہے۔ مرزا حسن علی متخلص بہ وفا جو مرزا بزرگ شیرازی کے لقب سے مشہور تھے[1] دوسرے وصال شیرازی[2] وفا انگلستان

---

[1] ولادت: ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء، وفات: ۱۲۷۶ھ/ ۶۰-۱۸۵۹ء۔ ان کے والد کا نام مرزا سید علی متخلص بہ نیاز تھا۔ وفا نے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے علاوہ خطاطی میں بھی مہارت حاصل کی۔ وفا ۱۲۵۴ھ/ ۹-۱۸۳۸ء میں ہندوستان آئے یہاں سے مکہ معظمہ گئے اور مصر کے راستے، یوروپ پہونچے۔ عرصہ تک لندن اور پیرس میں طب کی تعلیم میں مصروف رہے۔ بعد ازاں دوبارہ ہندوستان آئے اور کچھ عرصہ تک کلکتہ میں طب کی تدریس کی اور مطب کیا۔ ۱۲۷۶ھ/ ۶۰-۱۸۵۹ء میں ایران لوٹتے اور مشہد کی زیارت کی غرض سے بمبئی آکر بیمار پڑ گئے اور فوت ہو گئے وفا کا دیوان تقریباً پندرہ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ دانش مندان و سخن سرایان فارس (چاپ تہران) ج ۵ (قسمت دوم) ص۔ ۸۱۵ — ۸۲۰ صبح گلشن، ص ۵۹۵۔

[2] ولادت: ۱۱۹۳ھ/ ۱۷۷۹ء، وفات: ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵ء۔ وصال غزل سرائی میں کمال رکھتے تھے۔ ماہر و ہنرمند خطاط تھے۔ پندرہ ہزار سے زائد اشعار پر مشتمل دیوان د باقی اگلے صفحہ پر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گئے اور وہاں سے ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء میں مدراس پہنچے۔ اور چند ماہ قیام کرنے کے بعد بنگال منتقل ہو گئے۔ وصال شیرازی ہندوستان نہیں آئے لیکن یہ اپنے دور کے ملک الشعراء تھے۔

اشاراتِ بینش سے اس حقیقت کا علم بھی ہوتا ہے کہ اس دور میں اہم اور کمیاب کتابوں کی تدوین و ترتیب کی طرف اہل علم متوجہ ہو چکے تھے۔ بینش نے فرحت کے ترجمے میں لکھا ہے کہ چراغِ ہدایت، جو مشکل سے دستیاب ہوتی تھی، اسے فرحت نے بہت محنت احتیاط اور دوسرے دستیاب نسخوں کی مدد سے ترتیب دیا اور شائع کرایا۔

مراجع

اشاراتِ بینش: قلمی۔ ایشیاٹک سوسائٹی، شمارہ ۶۰

ایشیاٹک سوسائٹی کٹیلاگ ایوانف۔ ج ۲۔ کلکتہ۔ ۲۶-۱۹۲۴۔

پرشین لٹریچر۔ اسٹوری۔ ج ۱۔ لندن ۱۹۲۷

تاریخ ادبیاتِ فارسی۔ هرمان اته۔ ترجمہ ڈاکٹر رضا زادہ شفق۔ تہران۔

تذکرہ نویسی در ہند و پاکستان۔ علی رضا نقوی۔ تہران ۱۹۶۴

موجود ہے۔ وصال کے قاآنی سے تعلقات تھے۔ وصال کی شہرت اور مقبولیت ہی کی وجہ ہے کہ تہران میں ایک بازار اس کے نام سے منسوب ہے وصال کے تفصیلی حالات کے لیے رجوع کریں:۔ مجمع الفصحاء ج ۲، ص ۱۰۹۱-۱۰۹۲، دائرۃ المعارف، ص ۶۵ تاریخ ادبیات فارسی تالیف ہرمان اتہ ترجمہ ڈاکٹر رضا زادہ شفق، ص ۸۴، مجلہ یغما۔ شمارہ ششم آذر ماہ ۱۳۵۰، ص ۵۱۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دانش مندان وسخن سرایانِ فارس۔ جلد چہارم قسمت دوم۔ محمد حسن رکن زادہ آدمیت چاپ اول۔ کتاب فروشی خیام۔ ۱۳۴۰ شمسی
دائرۃ المعارف یا فرہنگ دانش وہنر، چاپ سوم، ایران۔ سازمانِ انتشارات اشرفی۔
سخنورانِ بلند فکر (اردو) مولوی محمد منور بہادر گوہر۔ مدراس۔ ۱۹۳۶ء۔
صبح گلشن (سید علی حسن) مطبع شاہجہانی ۱۲۹۵
صبح وطن۔ نواب محمد غوث خاں بہادر۔ مطبع کشن راج۔ مدراس ۱۸۴۳
گلزار اعظم۔ نواب محمد غوث خاں بہادر۔
مجمع الفصحاء۔ ج ۶۔ رضا قلیخان ہدایت چاپخانۂ موسوی تہران۔ ۱۳۴۰ شمسی
مجلۂ یغما۔ شمارہ نہم۔ آذر ماہ ۔ ۱۳۵۰ء
محبوب الزمن۔ (حصہ دوم) مولوی عبد الجبار آصفی۔ ۱۳۲۹ شمسی
نتائج الافکار۔ محمد قدرت اللہ قدرت گوپاموی۔ بمبئی۔ ۱۳۳۶ء شمسی۔

خلافت راشدہ اور ہندوستان

(مؤلفہ جناب قاضی اطہر صاحب مبارکپوری)

خلافت راشدہ کے دور میں ہندوستان میں اسلامی غزوات وفتوحات ۰ امارات وانتظام ۰ عرب کے مسلمان ہندوستان میں ۰ ہندوستان کے مسلمان عرب میں ۰ صحابہ وتابعین کی آمد اور ان کے حالات ۰ عرب وہند کے گوناگوں تعلقات اور اس موضوع سے متعلق نادر ونایاب معلومات مباحث سیر ومغازی اور تاریخ وطبقات کی قدیم ومستند کتابوں سے یوں جمع کئے گئے ہیں کہ اس ملک میں خلافت راشدہ کے تقدس کا صحیح اور واضح نقشہ پہلی بار آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے
تقطیع متوسط صفحات ۲۸۰ قیمت ۱۰/ مجلد ۱۲/-

© rasailojaraid.com